سب ٹائیٹل

متاعِ مُصطفیٰ ؐ

(فقرِ محمدیؐ اور افکارِ اقبال)

صاحبزادہ سلطان احمد علی

WWW.ALFAQR.NET

جملہ حقوق

متاعِ مصطفیٰ (فقرِ محمدی اور افکارِ اقبال)
صاحبزادہ سُلطان احمد علی
مرکزی سیکریٹری جنزل : اصلاحی جماعت وعالمی تنظیم العارفین

بارِاوّل	اپریل 2012ء
ایڈیشن	اوّل
اشاعت	اپریل 2012ء

بااہتمام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ٥

۹ رنومبر ۲۰۰۶ء کو پشاور پریس کلب میں یومِ اقبال کے سلسلے میں منعقدہ ایک تقریب میں بندہ ناچیز کو شرکت کا موقعہ مِلا جہاں پروفیسر پریشان خٹک (مرحوم) اور پشاور کے دیگر عظیم الفکر لوگوں سے استفادہ میسّر آیا اُس تقریب میں معروف شاعر جناب طٰہٰ خان نے ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کا ایک جملہ کہا جو آج تک میرے شعور و لا شعور میں نغمہ فگن رہتا ہے کہ

"یوں تو اقبال قرآن کا شاعر ہے مگر شاعروں کا بھی قرآن ہے"

گویا ایک شاعر کے لئے جہاں قرآن کا مطالعہ لازم ہے وہاں اقبال کی قرآنی فکر کا مطالعہ بھی لازم ہے کہ اقبال کی فکر کی پختگی کو قرآن ہی نے ابدی و آفاقی بنیادیں فراہم کی ہیں گو کہ ہمارے بہت سے نام نہاد اہلِ زبان اور پست فکر ترقی پسند افکارِ اقبال کے متعلّق اپنی آراَ کا اظہار اپنے فکری میلان کے تحت کرتے رہتے ہیں اور اِس کوشش میں مصروف رہتے ہیں کہ کسی طرح اِس معاشرے سے اقبال کا رواج معدوم اور متروک کیا جا سکے جو کبھی اقبال کو اہلِ زبان نہ ہونے کا طعنہ دیتے ہیں اور کبھی اُن کی فکر کو آفاقی ماننے سے گریز کرتے ہیں اور کبھی اُنہیں فکریاتِ اسلام کی جدید تحریک کا رسماً ماننے کی بجائے (بادلِ نخواستہ) "شاعر اقبال" کے طور پر سراہ کر ہی مسرور رہتے ہیں۔ اقبال کی خوش نصیبی یہ ہے کہ اِس طرح کے اِلزامات اُن کی

اپنی زندگی میں اُن پر آنا شروع ہو گئے تھے جن کا جواب اقبال نے خُود اپنی زبان و قلم سے دے دیا جس پر بحث کی گنجائش تو یقیناً رہتی ہے مگر مؤقّف وہی درست سمجھا جائے گا جو اقبال نے اپنی ذات کے متعلّق خود قائم کیا۔

مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں ہوں محرمِ رازِ درُونِ مئے خانہ

اقبال کی تمام تر شعری اور نثری تحریک تسلسل ہے امام غزالی کی "احیاءُ العلُوم الدّین" کا۔ اگر اقبال کے فارسی و اُردو کلیّات، خطبات، مضامین، مکاتیب اور مختلف (Statements) کو ایک ہی جلد میں شائع کیا جائے تو کوئی حرج نہیں کہ اُس کا نام "گلشنِ راز (جدید)" کی طرح "احیاءُ العلُوم الدّین (جدید)" رکھ دیا جائے۔ چونکہ اقبال کی فکری تحریک کا محور و مرکز فکریاتِ اسلامی کو عہدِ جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرتے ہوئے اسلامی تہذیب وتمدُّن پر چڑھی مختلف علاقائی و نسلی خلعتوں کو چاک کر کے اسلام کی عالمگیریّت کو نکھارنا ہے جس کا صحیح چہرہ ہمیں عہدِ رسالت مآب ﷺ اور آپ کے خُلفائے راشدین کے زمانے میں نظر آتا ہے کہ جب اسلامی تہذیب پر عربی یا عجمی برتری کے احساس کو مٹا دیا گیا تھا بدقسمتی سے بعد میں عرب طریقۂ بادشاہت کو نظامِ اسلامی اور عرب روایات کو تہذیبِ اسلامی (Conceder) کیا جانے لگا اور یہ مروّج ہو گیا۔ تحریکِ پاکستان کی وہ دستاویز جس نے اِس کے وجود کو جواز فراہم کیا، یعنی ۱۹۳۰ء کے خُطبۂ اِلٰہ آباد میں بھی اقبال نے

WWW.ALFAQR.NET

یہی کہا کہ اُس مجوّزہ ریاستِ اسلامی میں ہمیں یہ موقعہ میسّر آئے گا کہ ہم عرب بادشاہت اور کلچر کی چھاپ سے تہذیبِ اسلامی کو بلند کر کے عہدِ جدید کے تقاضوں کے مطابق آزما سکیں گے اور نافذ العمل کر سکیں گے۔ جب کسی چیز کو آفاقی، ابدی، عالمگیر یا دوامی کے لقب سے مُلقّب کیا جاتا ہے تو اُس کا واضح مطلب یہی ہوتا ہے کہ ایسی تہذیب جو کسی مخصوص خطّہ یا علاقہ کے لئے نہیں بلکہ پوری انسانیّت کے لئے ہے بلکہ اِس سے بھی آگے بہت آگے یعنی اُن تمام نظام ہائے شمسی کے لئے جو ابھی تک چشمِ انسان کے نظاروں سے اوجھل ہیں۔ شاید اِس سے کم اِس کا کوئی معیار مقرّر نہیں ہو سکتا کیونکہ ''رحمۃ اللعالمین'' کسی ایک عالَم یا ایک نظامِ شمسی تک محدود نہیں۔ جیسے اقبال رموزِ بیخودی میں ''عرضِ حالِ مصنّف بحضورِ رحمۃ اللعالمین'' میں اِن الفاظ سے کہتے ہیں:

شش جہت روشن زِ تابِ رُوئے تو
تُرک و تاجیک و عرب ہندوئے تو
از تو، بالا پایۂ ایں کائنات
فقرِ تو، سرمایۂ ایں کائنات

ترجمہ: ''اِس کائنات کا ہر پہلو آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کی چمک دمک سے روشن ہے تُرک ہوں تاجک ہوں یا عرب، سب آپ ﷺ کے غُلام ہیں۔ اِس (تمام) کائنات کا رُتبہ صرف آپ ﷺ کی بدولت اونچا ہے اور اِس

(تمام کائنات) کی دولت آپ ﷺ کے فقر کے سوا کچھ بھی نہیں۔''

اقبال کے نزدیک حضور رسالت مآب ﷺ کا فقر شش جہاتِ کائنات کا احاطہ کرتا ہے اور دُنیا کے تمام عوالم و عوامل پر محیط ہے حضور رسالت مآب ﷺ کے فقر کے امین اِسی فقر کی طاقت سے ہی کائنات کو مسخّر کرتے ہیں۔

فقرِ مومن چیست؟ تسخیرِ جہات
بندہ از تاثیرِ اُو مولیٰ صفات
فقر بر کرّوبیاں شب خوں زَنَد
بر نوامیسِ جہاں شب خوں زَنَد

ترجمہ: ''مومن کا فقر کیا ہے؟ کائنات کو مسخر کرنے کا نام فقر ہے اِسی فقر کی تاثیر سے مومن صفاتِ الٰہیّہ سے مُتصف (یعنی اخلاقِ الٰہیّہ سے متخلّق) ہو جاتا ہے۔ فقر (نہ صرف) فرشتوں پر شبخون لگاتا ہے (یعنی برتری قائم رکھتا ہے) بلکہ قدرت کی پوشیدہ قوّتوں کو بھی اپنے شبخون کی زد پر لاتا ہے (یعنی زیرِ فرمان لاتا ہے)۔''

گویا انسان کے افکار و اعمال میں عالمگیر و آفاقی نوعیّت کی وُسعت فقرِ محمدی ﷺ کے حصُول سے نصیب ہوتی ہے جو اُس کے فکر و عمل کے مقاصد کو رفعت میں ثریّا کے ہمدوش کرتی ہے اور انسان اِس قدر بلندی کو چھونے لگتا ہے کہ عرشِ اعظم سے بھی

WWW.ALFAQR.NET

ماوریٰ اُس مکان میں سکونت کا ارادہ مند ہوجاتا ہے جسے رفعتِ لامحدود کی وجہ سے لا مکان کہتے ہیں فقر کا یہی وہ مقام ہے جہاں انسان اپنے پاؤں زمان و مکان کی زنجیر سے آزاد محسُوس کرتا ہے یہیں وہ اِس سبق کا مُسبّق اور اِس درس کا مُدرِّس بنتا ہے کہ:

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زُنّاری
زماں ہے نہ مکاں لا اِلٰہ الاّ اللہ

زمان و مکان کی حدود و قیود سے نجات کے وقت مومن وہی تمکنت محسوس کرتا ہے جو مومنین کے لئے اُس تمکنت سے مستعار ہے جو صُورِ اسرافیل پھونکے جانے پر ظُلمت کدۂ خاک سے نجات ملنے کے بعد مومنین محسوس کریں گے کیونکہ اُس کے بعد لافانی زندگی کا آغاز ہوگا زمان و مکان کی قید و بند سے آزادی بھی حیاتِ جاودان کے حصُول کا دوسرا نام ہے جس کے بعد اُس پر نعمتِ فقر کا اتمام ہوجاتا ہے جسے یہ دولتِ عظمیٰ نصیب ہوجائے وہ داخلی و خارجی طور پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا محتاج نہیں رہتا اور فقر کا تو خاصہ ہی یہی ہے کہ

الفقر لایحتاج

فقر کسی کا محتاج نہیں۔ بقولِ حضرت سُلطان باھُوؒ

لا یحتاج جنہاں نوں ہویا فقر تنہاں نوں سارا ھُو
نظر جنہاں دی کیمیا ہووے اوہ کیوں مارن پارا ھُو

لا یحتاج ہوجانا کوئی مبالغہ آرائی نہیں بلکہ اثبات ہے توحیدِ باری تعالیٰ پر قوی ایمان اور قُوّتِ توحید سے مقوّی ہوجانے کا۔ کہ جب تک انسان فقرِ محمدی ﷺ کی دولت سے سرفراز ہوکر اخلاقِ الٰہیّہ سے متخلّق نہیں ہوجاتا اُس وقت تک وہ مادیّت کے ترشے ہوئے کسی نہ کسی بت کی احتیاج ضرور رکھتا ہے جس وجہ سے مومن کا وہ خاصہ جو عملِ اسلاف کا سب سے تابندہ پہلُو ہے جسے ہم ''بے نیازی'' کی صفت سے جانتے ہیں پیدا ہی نہیں ہوتا یہی بے نیازی ہی تو ہے جو مومن کو ''ایک'' کی نیازمندی عطا کر کے در بدر کی گداگری سے نجات دیتی ہے اور مومن اُس ایک بے نیاز کے سوا سب سے بے نیاز ہوجاتا ہے یعنی اپنے خالق کریم کی صفات سے متّصف ہوتے ہوئے کسی کا نیازمند نہیں رہتا۔

ہمَّت ہو اگر تو ڈھونڈ وہ فقر
جس فقر کی اصل ہے حجازی
اِس فقر سے آدمی میں پیدا
اللہ کی شانِ بے نیازی

فقر کی اداہائے بے نیازی کی ایمان افروز مثالوں سے تاریخِ اَسلاف کے دفاتر ہا سنہرے ہوئے ملتے ہیں کہ کس طرح نگاہِ فقر و رسالت نے اُن کے اذہان و قلوب کو ''ایک'' کے سوا سب سے بے نیاز، بے خوف و بے خطر کر دیا تھا۔ فقرِ محمدی ﷺ کی یہ شانِ بے نیازی معرکۂ قادسیّہ کے شروع ہونے سے قبل کی سفارت میں پوری طرح عیّاں ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی

اللہ عنہما کے حکم سے بارہ مجاہدینِ اِسلام پر مُشتمل سفارت روانہ فرمائی وہ سفرائے اِسلام جس شانِ بے نیازی سے شہنشاہِ ایران یزدگرد کے دربار میں داخل ہوئے اور جس زبانِ بے نیازی سے حضرت نعمان بن مقرن اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہما نے دعوتِ اِسلام پیش فرمائی قصرِ مدائن کے درودیوار نے وہ جلالِ مومنانہ اور ادائے بے نیازی اُس سے قبل کہاں دیکھی تھی۔ مومن کی اِنہی اداہائے بے نیازی کو اقبال دین کی قوت کے طور پر لیتے ہیں:

حکمتِ دیں، دِلنوازی ہائے فقر
قُوّتِ دیں، بے نیازی ہائے فقر

ترجمہ : ''دین کی حکمت تو فقر کی ادائے دلنوازی ہے مگر دین کی قُوّت فقر کی ادائے بے نیازی ہے۔''

بے نیازی ہائے فقر کے کمالات میں سے یہ بھی ہے کہ مومن اپنا نفع، نفعِ دین اور اپنا حرج، حرجِ دین کو تصوّر کرتا ہے یعنی اپنی ملکیّت حتّٰی کہ جان بھی قربان کر کے اگر دین یعنی مقصدِ الٰہی کو نفع پہنچتا ہے تو وہ اِسی کو اپنا نفع گردانتا ہے اور اُس قربانی سے دریغ نہیں کرتا۔ اگر کسی کام کے ہوجانے سے اُسے ذاتی حیثیّت میں فائدہ ہو مگر دین کا حرج ہو تو وہ اُس کام کو خُود اپنا حرج سمجھتا ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ اُس کے دائرۂ اختیار سے وہ کام سرزد ہو کیونکہ اُس نے اپنا آپ دین کے سپرد کر دیا ہوتا ہے جب تک مومن اپنے ایمان کو تسلیم و رضا کے اِس معیار پر نہیں لے آتا تب تک اللہ تعالیٰ

کی حاکمیّتِ اعلیٰ کے سامنے خود اُس کا اپنا نفس حاکم بن کر رکاوٹ بنا بیٹھا ہوتا ہے کیونکہ چاہتیں صرف دو ہیں ایک اللہ کی دوسری نفس کی! یہ بندے کے اختیار میں ہے کہ اپنی چاہت اللہ کی چاہت کے سپرد کر دے اور فقر کی نعمت دامنِ دِل میں سمیٹ لے یا اپنی زندگی خواہشاتِ نفس کی تکمیل میں ضائع کر کے بے مقصد و ناشاد بسر کرے۔ متاعِ مصطفیٰ ﷺ یعنی فقر کی امانتِ عظیم کا امین وہی ٹھہرتا ہے جو تسلیم و رضا کے اِس پیمانہ پر اپنے ایمان کی بُنیاد رکھتا ہے۔ یہاں اقبال ہمیں رہنمائی دیتے ہوئے کہتے ہیں

فقر، ذوق و شوق و تسلیم و رضا ست
ما امینیم، ایں متاعِ مُصطفیٰ ست

ترجمہ : ''فقر ذوق، شوق اور تسلیم و رضا کا نام ہے یہی (فقر ہی تو) مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی متاع ہے اور ہم اِس (امانت) کے امین ہیں''۔

حضور رسالت مآب ﷺ نے فقر کے علاوہ کسی چیز پر فخر نہیں فرمایا فقر ہی وہ متاع ہے جسے حضور رسالت مآب ﷺ نے اپنے فخر کی متاع قرار دیا۔ جو سینہ متاعِ مُصطفیٰ ﷺ کا امین ہوتا ہے اُس کی نگاہوں میں شانِ سکندری کوئی حیثیت نہیں رکھتی کیونکہ فقر سے مومن اس قدر مستغنی ہو جاتا ہے کہ جاہ و دولتِ دُنیا کی چمک دمک اُس کی آنکھوں کو خیرہ نہیں کر سکتی اور نہ ہی تخت و تاج اُن کا مقصُودِ زندگی ہوتا ہے کہ ظاہری راج سنگھاسن کانٹوں کی سیج ہے اور چمنستانِ جمالِ الٰہی کے لالہ زاروں کے مقیم اپنے

WWW.ALFAQR.NET

دامن کو مادیّت کے کانٹوں سے بچائے رکھتے ہیں کہ فقر خود ایک شہنشاہی کا نام ہے جو باطن کی لاانتہا کائنات پر تو محیط ہے ہی، فقر اپنا سکّہ ظاہر کی کائنات پر مروّج کر کے اِسے بھی تطہیر عطاءٗ کرتا ہے اور اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیّت کو قائم کرتا ہے۔ بقولِ اقبال

ع چوں بہ کمال می رسد فقر دلیلِ خسروی ست

فقر ہی تو وہ طاقت ہے جو استبدادی و استدراجی قوّتوں کے چنگل سے انسانیت کو آزاد کراتا ہے اور حریّت، اخوّت اور مساوات پر مبنی عالمگیر معاشرہ کا قیام عمل میں لاتا ہے اقبال کے نزدیک انسانیت کی حفاظت اِسی میں ہے کہ فقر اپنے باطن کی معراج کے حصُول کے بعد سُنّتِ نبوی ﷺ کے مطابق اپنے معاشرے کی اصلاح اور نفاذِ احکامِ الٰہی کے لئے نظامِ الٰہی کی تشکیل و تنفیذ کی جدو جہد کرتا ہے۔

اِسی میں حفاظت ہے انسانیّت کی
کہ ہوں ایک جُنّیدیؔ و اردشیریؔ

اقبال کا مُدّعا یہ ہے کہ انسانیت کی حفاظت اِسی طور ممکن ہے کہ فقر و سلطنت باہم دگر پیوست ہو جائیں درج بالا شعر میں اقبال نے ’’جنیدی‘‘ استعارہ لیا ہے حضرت جنید بغدادی کے فقر سے اور ’’اردشیری‘‘ استعارہ لیا ہے شہنشاہِ فارس اردشیر کی قُوتِ سلطنت سے۔ ایک اور مقام پر اقبال نے ایک اور خوبصورت مثال پیش کی۔

تیغِ ایُّوبی نگاہِ بایزید
گنج ہائے ہر دو عالَم را کلید

ترجمہ: ’’صلاح الدّین ایوبی کی تلوار اور بایزید بُسطامی کی نگاہ کا اشتراک کونین کے پوشیدہ خزائن کی چابی ہے‘‘۔

اقبال کی نظر میں فقر و سلطنت میں زیادہ فرق نہیں دونوں ہی عملِ تیغ بازی ہیں اگر کوئی فرق ہے تو محض اتنا کہ اوّل الذّکر نگاہ کی تیغ بازی ہے اور آخر الذّکر سپاہ کی تیغ بازی ہے۔

خسروی شمشیر و درویشی نگاہ
ہر دو گوہر از محیطِ لاالٰہ

ترجمہ: ’’سلطنت کارِ سپاہ ہے اور فقر کارِ نگاہ ہے اِن دونوں موتیوں کی وجہِ دمک بُنیادِ لاالٰہ ہے‘‘۔

فقر اور سلطنت ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں کیونکہ سلطنت قُوّت و اختیار کے ذریعے فقر کے فیصلوں کو عملی جامہ پہناتی ہے گویا فقر کلیمی ہے اور سلطنت عصائے کلیمی۔ اقبال کے بقول

ع عصا نہ ہو کلیمی ہے کارِ بے بُنیاد
ع وحدت کی حفاظت نہیں بے قُوّتِ بازُو

WWW.ALFAQR.NET

جس طرح فقر استقامتِ فرد کے لئے لازم ہے اُسی طرح سلطنت استحکامِ مِلّت کے لئے لازم ہے اقبال کے نزدیک یہ دونوں اپنی نشو ونما توحید سے پاتے ہیں فرق ہے تو صرف اتنا کہ فقر توحید کی تجلّیٔ جمال کی نمود ہے اور سلطنت توحید کی تجلّیٔ جلال کی نمود ہے۔فقر وراثتِ سلمان فارسیؓ ہے اور سلطنت وراثتِ سلیمان پیغمبرؑ ہے۔

فرد از توحید لاہوتی شود
مِلّت از توحید جبروتی شود
بایزیدؒ و شبلیؒ و بوذرؓ ازوست
اُمّتاں را طُغرلؔ و سنجرؔ ازوست
ہر دو از توحید می گیرد کمال
زندگی ایں را جلال آں را جمال
ایں سلیمانیؑ ست آں سلمانیؓ است
آں سراپا فقر، ایں سُلطانی است

ترجمہ : ’’فرد قُوّتِ توحید سے پروازِ لاہوتی پالیتا ہے جبکہ ملت اِسی سبب سے غالب وحکمران ہوجاتی ہے ۔ بایزید بسطامیؒ ، ابوبکر شبلیؒ اور ابوذر غفاریؓ اِسی قُوّت سے بنے اور ملتوں کو سنجر وطُغرل کی شان وشوکت اِسی قُوّت سے ملی ۔ اِن دونوں (یعنی فقر وسلطنت) کا کمال وعروج توحید ہی سے کامل ہوتا ہے زندگی اِس (مِلّت /سلطنت) کو جلال اور اُس (فرد/فقر) کو جمال بخشتی ہے ۔ جلال سُنّتِ سلیمان علیہ السلام ہے اور جمال سُنّتِ سلمان فارسیؓ

ہے ۔ جمال سراپا فقر ہے اور جلال سراپا سُلطانی ہے‘‘۔

اقبال مسلمان بادشاہوں ، فقراٗ ، صحابہ اور انبیاٗ کی امثالِ با کمال پر فقر کے ساتھ سلطنت کے لازم ہونے کے مقدمہ کے دلائل روک نہیں دیتے بلکہ اِن دونوں کو حضور رسالت مآب ﷺ کے فیضِ رُوحانی کا حاصل قرار دیتے ہیں۔

فقر و شاہی وارداتِ مُصطفیٰ ست
ایں تجلّی ہائے ذاتِ مُصطفیٰ ست

ترجمہ : ’’فقر اور سلطنتِ اسلامی (یہ دونوں) مصطفیٰ ﷺ کی عطائے روحانی ہیں یہ دونوں مُصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ بابرکات کی تجلیّات میں سے ہیں ‘‘۔

راقم الحروف اپنے ناقص العلم ہونے کی وجہ سے یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ ’’خطبۂ حجۃ الوداع‘‘ ارشاد وتلقینِ فقر ہے یا دستور وآئینِ سلطنت ؟ کیونکہ اُس خطبہ کو جب انفرادی زندگی میں نافذِ جاں کرنے کی سعی ہوتی ہے تو لگتا ہے یہ تعویذ ہے اُسی خطبہ کو جب اجتماعی زندگی میں نافذ العمل کیا جاتا ہے تو وہ تعزیر معلوم ہوتا ہے گویا جو فقر سلطنت سے جُدا ہوجائے وہ رہبانیّت واستدراج کا متروّج ہے اور اگر سلطنت فقر سے جدا ہوجائے تو وہ لادینیّت واستبداد کی متروّج ہے ۔ اگر فقر کی ڈیوٹی ویرانوں میں ہرزہ گردی وصحرا نَوَردی ہی ہوتی تو حضور رسالت مآب ﷺ زندگی کی عمیق

WWW.ALFAQR.NET

گہرائیوں سے متعلّق آدابِ زیست مقرر نہ فرماتے نہ ہی قرآنِ حکیم میں قوانین مرتّب کئے جاتے یہ تمام اسباق اظہارات ہیں اِس امر کے کہ فقر کی ذِمّہ داری کارِ رہبانی نہیں قیامِ سُلطانی ہے یعنی ’’خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ‘‘۔

اقبالؒ کے نزدیک یہ بدقسمتی ہے کہ حلقہ ہائے فقر نے اپنے آپ کو کارِ رہبانی تک محدود کر دیا اقبال ایسے فقر کو تسلیم نہیں کرتے۔

فقر جوعِ رقص و عریانی کجا ست
فقر سُلطانی ست رہبانی کجا ست

ترجمہ : ’’فقر رقص و عریانی کا متلاشی نہیں فقر بادشاہی ہے رہبانیّت نہیں ہے‘‘۔

جو فقر تلخیئِ دوراں کا گلہ مند ہو جائے اور شمعِ سوزاں کی طرح رونقِ محفل بننے کی بجائے دشت و صحرا کی خلوتوں میں گم ہو جائے اور عملی زندگی کے اُن تمام پہلوؤں سے فرار اختیار کرے جن کا براہِ راست تعلُّق معاشرے کے سماجی، معاشی، سیاسی اور فکری تغیُّر سے ہو اقبال کے نزدیک اُس فقر میں ابھی تک بوئے گدائی باقی ہے بلکہ ایسے فقر کو اقبال ’’فقرِ کافر‘‘ کہہ کر پکارتے ہیں۔

’’پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق‘‘ میں اقبال فقرِ کافر اور فقرِ مومن کا تقابلی جائزہ اِن

الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

فقرِ کافر خلوتِ دشت و در است
فقرِ مومن لرزۂ بحر و بر است
زندگی آں را سکونِ غار و کوہ
زندگی ایں را ز مرگِ باشکوہ
آں خُدا را جستن از ترکِ بدن
ایں خودی را برفسانِ حق زدن
آں خودی را کُشتن و وا سوختن
ایں خودی را چوں چراغ افروختن

ترجمہ : ’’کفار کا فقر صحراؤں کی خلوت اختیار کرنے کا نام ہے جبکہ مومن کا فقر خشکی وتری کو لرزہ براندام (متحرک زندگی) کرنے کا نام ہے۔ کافر کے فقر میں زندگی غاروں اور پہاڑوں میں سکون کی تلاش ہے جبکہ مومن کے فقر میں پُر شکوہ موت زندگی ہے۔ فقرِ کافر وجود کو ترک کر کے خدا کی تلاش کرنا ہے جبکہ فقرِ مومن خودی کو حق کی دھار پر پرکھنا ہے۔ فقرِ کافر خودی کو مار ڈالنا اور جلا دینا ہے جبکہ فقرِ مومن خودی سے جہاں کو چراغ کی مثل روشن کرنا ہے‘‘۔

اقبال کے نزدیک طریقتِ حقیقی غیرتِ فقر کا نام ہے اگر یہ فقر وجودِ مومن کا نصیبہ نہیں تو وہ مومن خود اپنے کاروان پر ڈاکہ زنی کر بیٹھتا ہے۔ مذکورہ کتاب میں اپنی نظم

WWW.ALFAQR.NET

فقر میں اِسی حوالے سے فرماتے ہیں۔

تا کجا بے غیرتِ دیں زیستن
اے مسلماں! مُردن است ایں زیستن
لاجرم از قوّتِ دیں بد ظن است
کاروانِ خویش را خود راہزن است

ترجمہ : ”غیرتِ دین (یعنی فقر) کے بغیر زندگی کہاں تک ممکن ہے اے مسلمان (بغیر فقر کے) یہ زندگی نہیں بلکہ موت ہے۔ اگر تجھے دین کی اِس قوت (فقر) پر یقین نہیں ہے تو پھر تو اپنے کاروان کا خود ہی ڈاکو ہے“۔
یہی رمزِ فقر اقبال ہمیں ضربِ کلیم میں بتاتے ہیں

کچھ اور چیز ہے شاید تری مسلمانی
تری نگاہ میں ہے ایک فقر و راہبانی
سکوں پرستیٔ راہب سے فقر ہے بیزار
فقیر کا ہے سفینہ ہمیشہ طُغیانی
یہ فقر مردِ مسلماں نے کھو دیا جب سے
رہی نہ دولتِ سلمانیؓ و سُلیمانیؑ

بالِ جبریل میں اقبال فقر کے دونوں نقطہ ہائے نظر یعنی ”فقرِ رہبانی“ اور ”فقرِ سُلطانی“ کو بیان کرتے ہیں اور اپنے منصب ”حکیم الاُمّت“ کا پاس رکھتے ہوئے

تشخیص بھی کرتے ہیں کہ کون سا فقر زوالِ اُمّت کا باعث ہے اور کون سا فقر ناموسِ الٰہی کی پاسبانی کرتا ہے جو میراثِ اسلاف ہے۔

اِک فقر سکھاتا ہے صیّاد کو نخچیری
اِک فقر سے کھلتے ہیں اسرارِ جہاں گیری
اِک فقر سے قوموں میں مسکینی و دلگیری
اِک فقر سے مٹّی میں خاصیّتِ اکسیری
اِک فقر ہے شبّیریؓ، اُس فقر میں ہے میری
میراثِ مسلمانی سرمایۂ شبّیریؓ

اِس نظم کا پہلا اور تیسرا دونوں مصرعے فقرِ رہبانی پر ہیں جبکہ دوسرا، چوتھا، پانچواں اور چھٹا یہ چار مصرعے فقرِ سُلطانی پر ہیں۔

فقرِ رہبانی کے خاصے یہ ہیں کہ وہ طاقتور کو کمزور بناتا ہے اور اُس میں اِس قوّت کو نمو بخشنے کی ہمّت نہیں کہ اپنے دیئے ہوئے نظام کو معاشرہ میں نافذ کر سکے یا جھوٹ، ظلم، ناانصافی اور جبر کے خلاف جدوجہد کر سکے۔ اِس کے برعکس فقرِ سُلطانی کے خواص ہی یہ ہیں کہ وہ مردِ مومن پر جہاں سازی کے اسرار و رموز کھولتا ہے اور جن غلاموں کو آدابِ خود آگاہی بخشتا ہے اُن پر شہنشاہی کے اطوار بھی منکشف کر دیتا ہے وہ فقر دولتِ شاہاں کا محتاج نہیں اُس کی اپنی نگاہ مٹی کو سونا کرنے کی تاثیر رکھتی ہے

جسے ہم فقرِ شبیری رض کہتے ہیں وہ فقرِ سُلطانی ہے اور سیّد الشہد احضرت امام حسین رض کی وراثت یہی فقر ہے۔

اقبالؒ نے اپنی نظم اور نثر میں فقرِ محمّدی کو پیش آنے والے اِن سانحات کا ذکر بار بار کیا اور یہ باوَر کروانے کی کوشش کی کہ جو فقر ہمارے ہاں مروّج ہو چکا ہے یہ فقرِ حقیقی کی ایک زوال یافتہ وانحطاط پذیر شکل ہے جو ہندی وعجمی فلسفۂ قدیم سے متاثر ہو کر وجود میں آئی ہے۔ فقر دینِ اسلام کی قوتِ متحرکہ ہے بلکہ اقبال تو اِسے دین کا دوسرا نام قرار دیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

WWW.ALFAQR.NET